سلسلۂ مطبوعات مجلس: ۱

نیا طوفان

اور

اس کا مقابلہ

عصر حاضر کے اس ذہنی واعتقادی ارتداد کی نشاندہی جو مغربی تہذیب وفلسفۂ حیات کے اثر سے ایک طوفان کی طرح عالم اسلام میں پھیل گیا ہے، اور اس کے سدِ باب اور مقابلہ کی دعوت جس کی اساس پر "مجلس تحقیقات ونشریات اسلام" کا قیام عمل میں آیا تھا۔

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

بار سوم

۱۴۳۰ھ - ۲۰۰۹ء

نام کتاب	:	نیا طوفان اور اس کا مقابلہ
نام مصنف	:	مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ
صفحات	:	۴۱
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
کمپوزنگ	:	(حشمت علی) مجلس تحقیقات ونشریات اسلام
طباعت	:	کاکوری آفسیٹ پریس، لکھنؤ
قیمت	:	Rs. 25/-

طابع وناشر

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

فون نمبر:0522-2741539، فیکس نمبر:0522-2740806

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

راقم سطور نے عربی میں "ردة جديدة" (نیا ارتداد) اور "دعوة جديدة" (نئی دعوت) کے عنوان سے ایک سلسلۂ مضامین تحریر کیا تھا جو "دمشق" کے بین الاقوامی اسلامی ماہنامہ "المسلمون" میں بطور افتتاحیہ دو نمبروں میں شائع ہوا(۱)، عزیز گرامی مولوی عتیق الرحمٰن صاحب مدیر "الفرقان" نے بڑی خوبی سے اس کا ترجمہ کیا جو "الفرقان" ماہ رجب ۱۳۷۸ھ (فروری ۱۹۵۹ء) اور شعبان ۱۳۷۸ھ (مارچ ۱۹۵۹ء) میں شائع ہوا، چونکہ اس مضمون میں صورت حال کی تصویر اور ایک بڑے خطرہ کی نشان دہی تھی، جس کو اکثر حساس اور صاحب نظر مسلمان محسوس کرتے ہیں، اس لئے عام طور پر اس کو پسند کیا گیا، اور بہت سے اخبارات ورسائل میں وہ نقل ہوا، صاحب مقالہ اب اس مضمون کو خفیف سی ترمیم اور ذیلی عنوانات کے

---

(۱) یہ مضمون "ردة ولا ابا بكر لها" کے عنوان سے عربی میں اور "دی نیو نس اینڈ الس آنسر" کے نام سے انگریزی میں بھی شائع ہوا ہے، اور مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ سے مل سکتا ہے۔

ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

اس سلسلۂ مضامین سے متاثر و متفق ہو کر لکھنؤ میں چند مخلص دوستوں نے "مجلس تحقیقات ونشریات اسلام" کے نام سے ایک تنظیم اور ادارہ کی تشکیل کی جو ان مقاصد کے لئے جو اس دعوت میں پیش کئے گئے ہیں، صالح اور مؤثر دعوتی لٹریچر شائع کرے گا، اس مجلس کا قیام اس دعوت کی صدائے بازگشت ہے، جو ان مضامین میں پیش کی گئی ہے، اس رسالہ کے آخر میں اس مجلس کی دعوت اور اس کا منشور بھی شامل کیا جا رہا ہے، تا کہ مختلف مقامات کے اہل فکر واہل عمل اس پر غور فرمائیں اور اگر ان کو اتفاق رائے ہو تو اس سے تعاون کریں۔

جدید ارتداد کی موجودہ نوعیت کی طرف توجہ ڈاکٹر رفیع الدین صاحب کی فاضلانہ کتاب "قرآن اور علم جدید" کے ابتدائی صفحات کو پڑھ کر ہوئی، جس میں بڑی خوبی کے ساتھ اس تخیل کو پیش کیا گیا ہے، راقم سطور نے بنیادی تخیل کو اپنے عربی مضامین میں (جن کا ترجمہ پیش نظر ہے) مزید تفصیل وتوضیح اور اضافہ اور عملی تشکیل ودعوت کے ساتھ پیش کیا ہے، اور اب وہ ایک موضوع فکر اور دعوت عمل کے طور پر سامنے ہے۔

ابوالحسن علی

۵ جون ۱۹۵۹ء

نیا طوفان اور اس کا مقابلہ

نیا ارتداد

اسلام کی تاریخ میں ارتداد کے متعدد واقعات پیش آئے ہیں، سب سے بڑا اور سخت سانحۂ ارتداد عرب قبائل کا ارتداد تھا، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے معاً بعد پیش آیا، یعنی وہ زبردست باغی تحریک جس کو ابوبکر صدیقؓ نے اپنے بے نظیر عزم وایمان سے سر اٹھاتے ہی کچل دیا تھا، دوسرا بڑا ارتدادی واقعہ نصرانیت اختیار کر لینے کی وبا تھی، جو ہسپانیہ سے مسلمانوں کے اخراج کے بعد پھیلی، اور بعض ان دوسرے ملکوں میں بھی رونما ہوئی، جو مسیحی مغربی طاقتوں کے زیرنگیں تھے، اور عیسائی پادری اور مشنری وہاں اس مقصد کے لئے سرگرم عمل تھے، ان معتدبہ واقعات کے علاوہ ارتداد کے وہ اکادکا واقعات بھی ہیں کہ مثلاً ہندوستان میں کسی خفیف العقل اور پست طبیعت فرد نے اسلام کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیا، لیکن ایسے واقعات شاذ ونادر ہی ہوئے ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ........اگر بدنصیب ہسپانیہ کے فتنۂ نصرانیت کو ارتداد کہنا صحیح ہے تو اس کو مستثنیٰ کر کے کہا جا سکتا ہے کہ.......مسلمانوں کی تاریخ کسی عام ارتداد سے آشنا نہیں

ہوئی ہے، جیسا کہ مؤرخین مذاہب کا اعتراف ہے۔

یہ واقعات جب کبھی پیش آئے، ان پر ہمیشہ دو اثر مرتب ہوئے، ا۔ مسلمانوں کی طرف سے سخت ناراضگی اور ناپسندیدگی، ۲۔ اسلامی سوسائٹی سے قطع تعلق یعنی جو کوئی اپنے دین سے منحرف ہوتا تھا، وہ مسلمانوں کے سخت غیظ وغضب کا نشانہ بنتا تھا، اور اس اسلامی معاشرے سے خود بخود منقطع ہوجاتا تھا، جس میں اس کی بود وباش ہوتی، مجرّد ارتداد سے اس کے اور اس کے اہل قرابت کے درمیان تمام رشتے اور تعلقات کٹ جاتے تھے، اور ارتداد کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ آدمی گویا ایک دوسرے معاشرے اور ایک دوسری دنیا میں منتقل ہوگیا، مرتد کا خاندان اس کا بالکلیہ بائیکاٹ کردیتا تھا، اب نہ رشتہ رہتا تھا نہ نکاح، نہ اخوت نہ وراثت، ارتداد کی اگر کوئی لہر کبھی اٹھتی تھی اس سے بین الادیانی کشمکش برپا ہوتی اور مسلمانوں میں مقاومت اور اسلام کے دفاع کی روح بیدار ہوجاتی تھی، جس اسلامی ملک میں ایسے واقعات پیش آجاتے تھے، وہاں کے علماء داعیان اسلام اور اہل قلم پرجوش طریقے سے ان کے خلاف صف آرا ہوجاتے، ان کے اسباب کا کھوج لگاتے، اور اسلام کے محاسن وفضائل کو سامنے لاتے تھے، اس مسلمان معاشرے کا یہ حال ہوجاتا جیسے قلق واضطراب اور غیظ وغضب کی ایک موج آکر سب کو تہ وبالا کرگئی ہو یہ حوادث مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتے، اور کیا خواص کیا عوام سب کے لئے

ایک ہی بات اور ایک ہی فکر ہوتی تھی ...... یہ ہوتا تھا اسلامی سوسائٹی پر واقعات ارتداد کا ردعمل اور ان کی لازمی خصوصیت! حالانکہ نہ یہ کسی وسیع پیمانے پر پیش آتے تھے، اور نہ زندگی پر ان کے کچھ ایسے اثرات ہی پڑتے۔

لیکن اب کچھ عرصے سے دنیائے اسلام کو ایک ایسے ارتداد سے سابقہ پیش آیا ہے، جس نے اس کے اس سرے سے اس سرے تک ایک لہر پیدا کر دی ہے، یہ اپنی شدت وقوت اور وسعت وعمق میں اب تک کی تمام ارتدادی تحریکوں سے بازی لے گیا ہے، کوئی ملک نہیں ہے جو اس کی غارت گری سے بچا ہوا ہو، بلکہ ملک تو ملک خاندانوں میں ایسے مشکل ہی سے تھوڑے بہت ہوں گے، جو اس کی دست برد سے محفوظ ہوں، یہ وہ ارتداد ہے، جو شرق اسلامی پر یورپ کی سیاسی اور تہذیبی تاخت کے پیچھے پیچھے آیا ہے، یہ سب سے عظیم ارتداد ہے، جو عہد رسالت سے لے کر آج تک کی اسلامی تاریخ میں رونما ہوا ہے۔

شریعت اسلامی کی اصطلاح میں ''ارتداد'' کے کیا معنی ہیں؟ ایک دین کی جگہ پر دوسرا دین، اور ایک عقیدے کے بجائے دوسرا عقیدہ اختیار کرنا! رسول جو تعلیمات لے کر آیا، جو کچھ اس سے تواتراً منقول ہے، اور جو کچھ اسلام میں قطعی طور پر ثابت ہے، اس سے انکار کرنا!! اور ایک مرتد کیا رویہ اختیار کرتا تھا......؟ رسالت محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا انکار کرتا تھا، اور مسیحیت، یہودیت یا ہندو مذہب کی طرف منتقل ہو جاتا

تھا، یا الحاد کی راہ اختیار کرتا اور وحی و رسالت اور آخرت سے منکر ہوتا تھا، یہ ارتداد کے وہ معنی ہیں، جن سے پرانی دنیا یا پرانی سوسائٹی واقف تھی، ہر وہ شخص جو اپنا دین چھوڑتا تھا، اگر مثال کے طور پر نصرانی بن جاتا تو کلیسا میں داخل ہوتا یا ہیکل میں جاتا، یا اگر ہندو مذہب اختیار کرتا تو بت خانے کی راہ لیتا، اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ یہ ارتداد سب پر روشن ہو جاتا تھا، اور مرتد دور سے پہچان لیا جاتا تھا، اس کی طرف انگلیاں اٹھتی تھیں، اور مسلمان اس شخص سے تمام امیدیں منقطع کر لیتے تھے، الحاصل عام طور پر کسی کا ارتداد کوئی راز نہیں ہوا کرتا تھا۔

یورپ کالایا ہوا فلسفہ

یورپ نے مشرق میں وہ فلسفے پہنچائے، جو دین کی بنیادوں کے انکار پر مبنی تھے، جن کی بنیاد اس عالم میں کارفرما (متصرف) قوت کے انکار پر تھی، وہ باشعور قوت جو اس دنیا کو عدم سے وجود میں لائی، اور جس کے دست تصرف میں کائنات کی زمام کار ہے "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ" (خبردار! اسی نے تخلیق کی اور اسی کا حکم چلتا ہے) وہ فلسفے جو عالم غیب، وحی، نبوت، شرائع سماویہ اور روحانی واخلاقی قدروں کے انکار پر مبنی تھے، یہ تھی مغرب کے لائے ہوئے تمام فلسفوں کی مشترک بنیاد، جن میں کوئی علم الحیات اور ارتقا کے مسائل سے بحث کرتا تھا، کسی کا تعلق اخلاق سے تھا، کسی کا محور علم النفس تھا، اور کسی کا موضوع بحث سیاست واقتصاد، یہ فلسفے اپنے موضوعات

والوں میں خواہ باہم کتنے ہی مختلف تھے، تاہم اس نقطے پر سب ملتے تھے کہ انسان و کائنات کو محض مادی نظر سے دیکھیں، اور ان دونوں کے ظاہری احوال و افعال کی مادی توجیہہ کریں۔

یہ فلسفے مشرقی اسلامی معاشرے پر حملہ آور ہوئے، اور اس کے باطن تک گھس گئے، یہ فلسفے سب سے بڑا دین تھے، جو تاریخ میں اسلام کے بعد پیدا ہوا، سب سے بڑا دین اپنی وسعت اشاعت کے لحاظ سے، سب سے گہرا دین اپنی جڑوں کے لحاظ سے اور سب سے طاقتور دین دلوں اور دماغوں کو مسخر کرنے کے لحاظ سے، اسلامی ملکوں کا وہ طبقہ جو علم وفہم کے لحاظ سے ممتاز تھا، اس دین پر فریفتہ ہوگیا، اس نے اسے خوش گواری کے ساتھ حلق سے اتارا اور اطمینان کے ساتھ ہضم کرلیا، وہ اس دین کا ٹھیک اسی طرح پیرو بن گیا، جس طرح ایک مسلمان اسلام کا اور ایک مسیحی مسیحیت کا، حتیٰ کہ وہ اس پر جان دیتا ہے، اس کے شعائر کی عزت کرتا ہے، اس کے رہنماؤں اور داعیوں کی عظمت کا کلمہ پڑھتا ہے، اپنے ادب اور تالیفات میں اس دین کی دعوت دیتا ہے، اور جو دین، جو نظام اور جو طرز فکر اس کے معارض ہوتا ہے، اس کی تحقیر کرتا ہے، اس دین کے ہر پیرو سے وہ اخوت کا رشتہ استوار کرتا ہے، اور اس طرح یہ تمام افراد ایک امت، ایک خاندان اور ایک گروہ بن گئے ہیں۔

دین لادینیت

یہ نیا دین......... اگرچہ اس کے پیرو اس کو "دین" کا نام دینے

سے انکار کرتے ہوں۔ کیا ہے؟ کائنات کو وجود میں لانے والی اس علیم وخبیر ہستی کا انکار جو مالک تقدیر بھی ہے، اور رہنمائے حیات بھی (اَلَّـذِیْ قَـدَّرَ فَهَـدیٰ) حیات بعد الموت، حشر، جنت ودوزخ، ثواب وعذاب کا انکار، نبوت ورسالت کا انکار، شرائع سماویہ اور حدود شرعیہ کا انکار اور اس حقیقت کا انکار کہ اللہ نے اپنی تمام مخلوق پر اپنے برگزیدہ رسول (خاتم الرسلؑ) کی اطاعت فرض کی ہے، اور ہدایت وسعادت کو اس کی پیروی میں منحصر کر دیا ہے، اور اس بات کا انکار کہ اسلام وہ آخری اور دائمی پیغام ہے، جو دین ودنیا کی تمام سعادتوں کا کفیل ہے، اور زندگی کا ایک نظام ہے، جو سب سے اعلیٰ اور افضل ہے اور وہی وہ دین ہے، جس کے علاوہ کوئی دین اللہ کے یہاں مقبول نہیں، اور جس کے بغیر دنیا کی فلاح وسعادت کا کوئی امکان نہیں، اور اس کا انکار کہ دنیا انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے، اور انسان اللہ کے لئے۔

آج جس طبقے کے ہاتھ میں اکثر ممالک اسلامیہ کی زمام حیات ہے، اس کے افراد کی ایک بڑی تعداد اسی دین کی پیرو ہے، اگر چہ یہ سب پختگی ایمان اور سرگرمئ عمل میں ایک درجے کے نہ ہوں، بحمد اللہ اس طبقے میں خاصی تعداد میں ایسے افراد بھی ہیں، جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اسلام کی پیروی کرتے ہیں، مگر اس طبقے کا وہ وصف جو افسوس ہے کہ اس پر غالب ہوگیا ہے، اور اس کے بہت مقتدر افراد کا دین یہی مادہ پرستی اور زندگی کا مغربی فلسفہ ہے، جو الحاد پر مبنی ہے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ یہ وہ ارتداد ہے، جس نے عالم اسلام کو اس سرے سے اس سرے تک تاراج کیا ہے، گھر گھر اور خاندان خاندان پر اس کا حملہ ہوا ہے، یونیورسٹیوں، کالجوں اور اداروں سب پر اس کی یورش ہوئی ہے، مشکل ہی سے کوئی ایسا خوش قسمت خاندان ہوگا، جس میں اس دین کا کوئی پیروکار، پرستار اور عقیدت گزار موجود نہ ہو، آپ جب ذرا اس سے تنہائی میں باتیں کریں گے کچھ چھیڑیں گے، اور اندر کی بات اگلوائیں گے تو دیکھیں گے کہ وہ ایمان باللہ سے محروم ہوگا، یا ایمان بالیوم الآخر سے خالی ہوگا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ رکھتا ہوگا، یا قرآن کو ایک معجزہ وابدی کتاب اور دستور حیات نہ مانتا ہوگا، اور ان میں سب سے غنیمت وہ ہوگا، جو کہے گا کہ میں اس قسم کے مسائل پر غور نہیں کرتا اور ان کو کوئی بڑی اہمیت نہیں دیتا۔

ایک لاوارث مسئلہ

بلاشبہ یہ ارتداد ہے، لیکن وہ مسلمانوں کی توجہ اپنی طرف مبذول نہیں کر سکا، کیوں؟ اس لئے کہ اس ارتداد کا مارا ہوا کلیسا یا ہیکل میں نہیں جاتا، اور نہ اپنے ارتداد اور تبدیلی مذہب کا اعلان کرتا ہے، نہ معاشرہ اس پر چونکتا ہے کہ احتساب وعتاب کی صورت پیش آئے، اور فصل وانقطاع کا معاملہ درپیش ہو، پس وہ بدستور اسی سوسائٹی اور معاشرے میں رہتا ہے، اپنے تمام حقوق حاصل کرتا ہے، بلکہ معاشرے پر حاوی ہونے تک کا موقع اس کو مل جاتا ہے،

یہ عالم اسلامی کا نہایت اہم مسئلہ اور بڑا قابل فکر معاملہ ہے، ارتداد پھیلتا ہے، اسلامی معاشرے پر حملہ آور ہوتا ہے، اور کوئی اس پر چونکتا تک نہیں، علمائے امت اور رجال دین اس سے کوئی پریشانی اور بے چینی نہیں محسوس کرتے، پہلے جب کوئی پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تھا تو لوگ اس کو حل کرنے کے لئے حضرت علیؓ کو یاد کیا کرتے تھے، ایسے موقع پر ضرب المثل تھی، "قضية ولا ابا حسن لها" (ایک پیچیدہ فقہی مسئلہ درپیش ہے، لیکن کوئی نہیں جو اس کو حضرت علیؓ کی ذہانت کے ساتھ حل کرے) اس ارتداد کے موقع پر بے ساختہ حضرت ابوبکرؓ کی شان عزیمت یاد آتی ہے، اور کہنا پڑتا ہے.......... "قضية ولا ابا بكر لها" (ارتداد کی آگ پھیل رہی ہے، لیکن کوئی نہیں جو ابوبکر صدیقؓ کی قوت ایمانی اور شان عزیمت کے ساتھ اس پر قابو پائے۔)

لیکن یاد رکھئے اس مسئلہ کا علاج جنگ نہیں، اور نہ اس پر رائے عامہ کو بھڑکانا درست ہے، یہ برافروختگی اور سختی سے حل نہیں ہوسکتا، بلکہ سختی الٹا نقصان پہنچائے گی، اور فتنے کو اور بھڑکا دے گی، اسلام خفیہ تحقیقاتی عدالتوں INQUISITION سے آشنا نہیں ہے، اور نہ وہ جبر و ظلم کا روادار ہے، یہ معاملہ عزم و حکمت اور صبر و تحمل چاہتا ہے، اور اس سے نپٹنے کے لئے غور و فکر اور گہرے مطالعہ کی ضرورت ہے۔

لادینیت کی عالمگیر اشاعت کا راز

یہ نیا دین اسلامی دنیا میں کیوں کر پھیل سکا؟ کیسے اسے یہ طاقت

حاصل ہوسکی کہ مسلمانوں پر عین ان کے گھر کے اندر حملہ آور ہوسکے؟ اور کیوں کر اس کے لئے ممکن ہوا کہ لوگوں کی عقلوں اور طبیعتوں پر اس قدر قوت کے ساتھ مستولی ہوجائے؟ یہ سب سوالات ہیں، جو بڑی گہری اور دقیق فکر اور بڑے وسیع مطالعہ کو چاہتے ہیں۔

قصہ یوں ہوا ہے کہ انیسویں صدی عیسوی میں دنیائے اسلام پر تھکاوٹ اور بڑھاپے کے آثار طاری ہونے لگے، دعوت وعقیدہ اور علم وعقلیت کے لحاظ سے وہ شدید ضعف وانحطاط کی کیفیت میں مبتلا ہوگئی..... اسلام تو بیشک بڑھاپے کی منزل سے آشنا نہیں ہے، اس کی مثال سورج کی سی ہے کہ قدیم ہونے کے باوجود ہر وقت جدید اور ہردم جوان، لیکن یہ مسلمان تھے، جو ضعف وپیری کا شکار ہوگئے، علم میں وسعت، فکر میں ندرت، عقل میں عبقریت، دعوت کے جوش وولولہ اور اسلام کی مؤثر طریقے پر پیش کرنے کے سلیقہ میں بڑا خلا محسوس ہوتا تھا۔

مزید برآں یہ ہوا کہ تعلیم یافتہ نوجوانوں سے ربط نہیں رکھا گیا اور نہ ان کے ذہن کو متاثر کرنے کی کوشش کی گئی، حالانکہ آنے والا دور انہیں کا تھا، اس نوخیز نسل کو اس بات کا قائل کرنے کی بہت کم کوشش کی گئی کہ اسلام ایک سدابہار پیغام اور دین انسانیت ہے، قرآن ہی تنہا وہ معجزہ اور ابدی کتاب ہے جس کے عجائبات کی انتہا نہیں، جس کے ذخائر فکر یہ کا اختتام نہیں، اور جس کی جدت پر کہنگی کا گزر نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اپنی ذات سے ایک زبردست معجزہ، تمام نسلوں کے رسول اور تمام زمانوں کے امام ہیں، اسلامی شریعت، قانون سازی کا ایک معیاری نمونہ ہے، اس میں زندگی کے ساتھ چلنے اور اس کے صحیح مطالبات کا جواب دینے کی پوری صلاحیت ہے، ایمان وعقیدہ اور اخلاق وروحانی اقدار ہی وہ بنیادیں ہیں، جن پر ایک شریف سوسائٹی اور پاکیزہ تمدن کی عمارت کھڑی کی جاسکتی ہے، نئی تہذیب کے پاس صرف ذرائع ووسائل ہیں، اخلاق وعقائد اور غایات ومقاصد کا سرچشمہ صرف انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات ہیں، اور ایک متوازن اور صالح تمدن کا قیام صرف اسی طرح ہوسکتا ہے کہ مقاصد ووسائل صحیح تناسب کے ساتھ جمع ہوں۔

یہ صورت حال اور یہ وقت تھا، جب یورپ اپنے فلسفوں کا لشکر لے کر اسلامی دنیا پر حملہ آور ہوا، وہ فلسفے جس کی تدوین اور تراش وخراش بڑے بڑے فلاسفہ اور یگانۂ روزگار شخصیتوں کی ذہنی کاوشوں کا ثمرہ تھی، جنھوں نے ان پر ایسا علمی اور فلسفیانہ رنگ چڑھایا تھا کہ معلوم ہو یہ فکر انسانی کی معراج ہے، مطالعہ وتحقیق اور عقل انسانی کی پرواز اس پر ختم ہے، اور غور فکر کا یہ وہ نچوڑ ہے، جس کے بعد کچھ اور سوچا نہیں جاسکتا، حالانکہ ان فلسفوں میں کچھ چیزیں وہ تھیں، جو تجربات ومشاہدات پر مبنی تھیں، اور وہ صحیح تھیں، اور بہت سی چیزیں وہ تھیں جو محض ظن وتخمین اور مفروضات وتخیلات پر مبنی تھیں، گویا ان میں حق بھی تھا، اور باطل بھی، علم بھی تھا، اور جہل بھی، محکم

حقائق بھی تھے، اور شاعرانہ تخیلات بھی...........شاعری، یہ نہ سمجھئے کہ نظم وقافیہ بندی ہی میں منحصر ہے، یہ فلسفہ وعلم کے میدان میں بھی ہوتی ہے۔

یہ فلسفے مغربی فاتحین کے جلو میں آئے اور مشرقی عقل وطبیعت نے فاتحین کے ساتھ ساتھ ان کی اطاعت بھی قبول کرلی، مشرق کے تعلیم یافتہ طبقے نے بڑھ کر ان کو قبول کرلیا، ان لوگوں میں وہ بھی تھے، جنھوں نے سمجھ کر قبول کیا تھا، مگر وہ کم تھے، زیادہ تر وہ تھے، جو ذرا بھی نہیں سمجھتے تھے، لیکن اس پر ایمان بالغیب رکھتے تھے، یہ سب ایک سرے سے مسحور تھے، ان فلسفوں پر ایمان لانا ہی عقل وخرد کا معیار بن گیا، اور اس کو روشن خیالوں کا شعار سمجھا جانے لگا۔

اس طرح یہ الحاد وارتداد اسلامی ماحول اور اسلامی دائروں میں بغیر کسی شورش اور کش مکش کے پھیل گیا، نہ باپ اس انقلاب پر چونکے، نہ اساتذہ اور مربیوں کو خبر ہوئی، اور نہ غیرت ایمانی رکھنے والوں کو کوئی جنبش ہوئی، اس لئے کہ یہ ایک خاموش انقلاب تھا، اس الحاد وارتداد کو اختیار کرنے والے کسی کلیسا میں جا کر نہیں کھڑے ہوئے، نہ کسی معبد میں داخل ہوئے، نہ کسی بت کے آگے انھوں نے ڈنڈوت کی، اور نہ کسی استھان پر جا کر قربانی پیش کی، اگلے دور میں یہی سب علامات تھیں جن سے کفر وارتداد اور زندقہ کا علم ہوتا تھا۔

نفاق والحاد

اگلے مرتدین اسلامی سوسائٹی کو خیر باد کہہ کر اس سوسائٹی سے منسلک ہو جایا کرتے تھے جس کا دین وہ قبول کرتے تھے، اور اپنے عقیدے کی تبدیلی کا صراحت اور جرأت کے ساتھ اعلان کر دیتے تھے، پھر جو کچھ نئے مذہب کی راہ میں انھیں برداشت کرنا پڑتا تھا، برداشت کرتے تھے، انھیں اس پر اصرار نہیں ہوتا تھا کہ پرانی سوسائٹی میں جو حقوق اور منافع انھیں حاصل تھے، ان کو محفوظ رکھنے کے لئے اس سوسائٹی سے چپکے رہیں، لیکن آج جو لوگ دین اسلام سے اپنا تعلق منقطع کرتے ہیں، وہ اس پر تیار نہیں ہوتے اسلامی سوسائٹی سے بھی اپنا رشتہ کاٹ لیں، حالانکہ دنیا بھر میں اسلامی معاشرہ ہی تنہا وہ معاشرہ ہے، جس کی تاسیس و ترتیب عقیدے کی بنیاد پر ہے، اور مخصوص عقائد کے بغیر اسلامی معاشرہ وجود میں نہیں آتا، لیکن یہ نئے مرتدین اصرار کرتے ہیں کہ اس معاشرے کے نام پر فوائد حاصل کرتے ہوئے اپنی جگہوں پر جمے رہیں، اور اسلام کے بخشے ہوئے تمام حقوق سے متمتع ہوتے رہیں، یہ ایک نرالی صورت حال ہے، جس سے اسلام کی تاریخ کو کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔

جاہلی عصبیت اور ''مذہب قوم پرستی''

ان فلسفوں نے جہاں ایک طرف عقائد اور اخلاقی قدروں کو مجروح

کیا ہے، وہاں ان جاہلی جذبات واحساسات کی تخم ریزی بھی دنیائے اسلام میں کی ہے، جن سے اسلام نے کھل کر جنگ کی تھی، اور جن پر پیغمبر اسلامؐ نے پوری قوت سے چوٹ لگائی تھی، مثال کے طور پر عصبیت جاہلیہ کو لیجئے، جو نسل، وطن یا قومیت کی بنیاد پر پیدا ہوتی ہے، پھر اس کی اس قدر تقدیس کی جاتی ہے، اس طرح اس پر جان دی جاتی ہے، اور انسانی برادری کو اس کی بنیادوں پر تقسیم کرنے میں اتنا غلو پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ (عصبیت) ایک مستقل عقیدہ اور ایک مستقل دین بن جاتی ہے، دل ودماغ پر اس طرح اس کا قبضہ ہو جاتا ہے کہ ساری زندگی کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں آجاتی ہے، یہ اپنی ہمہ گیری اپنی طاقت اور اپنے اثرات کی گہرائی اور مضبوطی کے لحاظ سے بلاشبہ دین ومذہب کی حریف ہے، اور اس کی گرفت انسان کی پوری زندگی پر ہوتی ہے، یہ جب کسی معاشرے پر چھا جاتی ہے تو انبیاء علیہم السلام کی کوششوں اور کارناموں پر پانی پھر جاتا ہے، اور دین، عبادات اور چند رسوم ورواج کے دائرے میں محدود ہو کر رہ جاتا ہے، جو پوری زندگی پر فرماں روائی کے لئے آیا تھا، پھر اس کے نتیجہ میں عالم انسانیت چند متحارب کیمپوں میں تقسیم ہو جاتا ہے، اور وہ "امت واحدہ" جس کے متعلق پروردگار عالم کا ارشاد ہوا تھا "وَاِنَّ هٰذِهٖ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ"......... پارہ پارہ ہو کر بے شمار امتوں میں بٹ جاتی ہے۔

اسلام اس "عصبیت" سے کیوں برسر جنگ ہے؟

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عصبیت جاہلیہ کے خلاف

پوری شدت سے جنگ کی تھی، اس کے بارے میں اپنی امت کو صاف الفاظ میں آگاہی دی تھی، اور ہر اس بنیاد پر تیشہ چلایا تھا، جس سے یہ ابھر سکتی ہے، اور اس باب میں یہ رویہ ضروری بھی تھا، اس لیے کہ ان عصبیتوں کے ساتھ ایک عالمی دین کے قیام کا کوئی امکان اور امت واحدہ کی وحدت چار دن بھی سلامت نہیں رہ سکتی تھی، اس عصبیت کی مذمت اور اس کی تردید شریعت اسلامیہ میں ایک مسلم حقیقت ہے، بے شمار نصوص ہیں، جو اس بات کو ظاہر کرتے ہیں، بلکہ اسلام کا اس عصبیت سے بعد ایک بدیہی چیز ہے، جو شخص اسلام کے مزاج سے بلکہ مطلق دینی مزاج ہی سے واقف ہوگا اس پر یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی کہ یہ مزاج ان عصبیتوں کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتا، سیاسی رجحانات وخیالات سے خالی الذہن ہو کر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ بین الانسانی تفریق اور عالم انسانیت کی تباہی وتخریب میں جو عوامل کارفرما رہے ہیں، ان میں ان جاہلی عصبیتوں کا درجہ بہت اونچا ہے، پس قدرتی بات ہے کہ جو انسان اس لئے آیا ہو کہ پوری دنیا کو ایک اکائی بنائے، جو اس لئے آیا ہو کہ تمام نوع انسانی کو ایک جھنڈے کے نیچے اور ایک عقیدے پر جمع کرے، جو اس لئے آیا ہو کہ ایک نیا معاشرہ وجود میں لائے، جو دین ایمان برب العالمین کی بنیادوں پر استوار ہو، جو اس لیے آیا ہو کہ خارزار عالم میں امن وسلام کے پھولوں کی سیج بچھائے، جو اس لئے آیا ہو کہ انسانیت کے پورے خاندان کو

محبت والفت کی ایک لڑی میں پروئے، جواس لئے آیا ہو کہ انھیں باہم شیر و شکر کر کے اس طرح یک جان بنادے کہ ایک کو دکھ ہو تو دوسرا بھی تڑپے......اس مشن کے حامل انسان کے لئے تو بالکل قدرتی اور بالکل عقلی بات ہے کہ.........وہ ان نسلی، قومی اور عصبیتوں کے خلاف کھلا اعلان جنگ کرے، اور اس انتہائی حد تک ان کے خلاف لڑے کہ یہ قصہ ٔ ماضی بن کر رہ جائیں۔

ممالک اسلامیہ میں ''قوم پرستی'' کی مقبولیت

لیکن یورپ کے سیاسی اور ثقافتی غلبہ کے بعد سے دنیائے اسلام کا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے وجود میں آئی، حال یہ ہے کہ وہ انھیں عصبیتوں کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دے رہی ہے، اور اس طرح انھیں مانے لے رہی ہے، جیسے کوئی علمی نظریہ اور کوئی حقیقت ثابتہ ہو، جس سے مفر نہ ہو، آج اس دنیائے اسلام کا حال یہ ہے کہ اس میں بسنے والی تمام قومیں حیرت انگیز حد تک ان عصبیتوں کو زندہ کرنے اور ان کے گن گانے کی طرف راغب ہیں جن کو اسلام ہی نے موت کے آغوش میں سلایا تھا ....حتی کہ ان قومی و جاہلی شعائر کے احیاء کا جذبہ بھی آج موجزن ہے، جو کھلی ہوئی بت پرستی کا مظہر ہیں..........ان ملکوں میں اس عہد قبل اسلام کو سرمایۂ افتخار گردانا جارہا ہے، جسے اسلام ''جاہلیت'' اور صرف جاہلیت کا نام دیتا ہے.........اور یہ وہ لفظ ہے، جس سے زیادہ وحشت اور تنفر انگیز کوئی

دوسرا لفظ اسلام کی لغت میں موجود نہیں.......... جس سے نجات پانے کو، قرآن مسلمانوں پر احسان ٹھراتا ہے، اور تلقین کرتا ہے کہ مسلمان اس نعمت کا شکریہ ادا کریں۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِنْهَا. (آل عمران: ۱۰۳)

اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر، جب کہ تم تھے آپس میں دشمن پس الفت ڈالی اس نے تمہارے دلوں میں، سو اب ہو گئے تم اس کے فضل سے بھائی بھائی، اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے، تو اس سے تم کو نجات دی۔

بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ. (الحجرات: ۱۷)

بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے راہ دی تم کو ایمان کی، اگر سچ کہو۔

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. (الحدید: ۹)

وہی ہے جو اتارتا ہے اپنے بندے پر صاف آیتیں تا کہ نکال لائے تم کو اندھیروں سے اجالے میں، اور اللہ تم پر نرمی کرنے والا مہربان ہے۔

دور "جاہلیت" کے بارے میں ایک مسلمان کا موقف

اس کے بعد تو ایک مومن کا.......حال یہ ہونا چاہئے کہ "جاہلیت" کا.....چاہے وہ قریب العہد ہو یا بعید العہد ہو..........جب بھی ذکر زبان پر آئے حقارت ونفرت کے ساتھ آئے، اور ہر بُنِ مُو سے ناگواری کے جذبات ٹپکنے لگیں، آپ نے کسی قیدی کو دیکھا ہے کہ رہائی پانے کے بعد وہ اپنے دورِ قید ومحن کو یاد کرے، اور اس کا رُواں رُواں ناگواری سے پھکنے نہ لگے.......؟ کیا کسی مہلک اور موذی مرض سے صحت پانے والے کو آپ نے دیکھا ہے کہ اسے اپنی بیماری کے ایام واحوال یاد آئیں، اور اس کا دل افسردہ اور رنگ متغیر نہ ہو........؟ اور کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ رات کو ڈراؤنے اور پریشان کن خواب دیکھنے والا صبح کو ان خوابوں کو یاد کرے اور خدا کا شکر ادا نہ کرے کہ یہ محض اوہام وخیالات نکلے؟ پھر جب قیدی اپنے دورِ قید ومحن کو خوشی سے یاد نہیں کرتا، جب صحت یافتہ مریض کے لئے اپنے ایامِ کرب کی یاد خوش گوار نہیں ہوتی اور جب برے خوابوں کو یاد کر کے شکر ہی ادا کرنے کو جی چاہتا ہے کہ یہ خواب بس خواب ہی رہے.......تو جاہلیت تو ان سب سے بدتر شے ہے، جو جہل وضلالت کے بدترین اقسام پر مشتمل ہے اور دنیا وآخرت کے کتنے ہی نقصانات اور خطرات اس میں پنہاں ہیں، اس کی یاد پر سزاوار ہے کہ آدمی کو شدید سے شدید تر ناگواری ہو اور بے اختیار شکر

ادا کرنے کو جی چاہے کہ اس کے دن بیت گئے، اور خدا نے اس تاریکی سے نجات دی..... اسی لئے تو حدیث صحیح میں آتا ہے:۔

ثلث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مماسواھماوان یحب المرء لایحبہ الا للہ وان یکرہ ان یعود الی الکفر کمایکرہ ان یقذف فی النار۔(رواہ البخاری)

تین باتیں ہیں، یہ جس میں پائی جائیں گی اسے ایمان کا ذائقہ نصیب ہوگا، ایک یہ کہ اللہ ورسول ہر شے سے زیادہ محبوب ہوں، دوسرے یہ کہ آدمی اگر کسی سے محبت کرتا ہو تو صرف اللہ کے لئے کرتا ہو تیسرے یہ کہ کفر کی طرف لوٹنا اتنا شاق ہو جیسے کہ آگ میں ڈالدیا جانا۔

اور خداوند قدوس جاہلیت کے شعائر اور جاہلی رجال واکابر کی مذمت کرتے ہوئے، بے لاگ اور بے رورعایت انداز میں فرماتا ہے:۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ج وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ٥ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ. (قصص:۴۱۔۴۲)

اور کیا ہم نے ان کو (اہل دوزخ کا) پیشوا بنایا کہ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف، نہ ملے گی کوئی مدد ان کو قیامت کے دن، اور پیچھے رکھدی ہے ان کے ہم نے اس دنیا میں لعنت، اور قیامت کے دن ہوگی ان پر برائی۔ ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَمَا اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍo يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارُ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ o وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيَامَةِ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ o (ھود: ۹۷ـ۹۹)

اور نہیں تھی بات فرعون کی کچھ نیک ڈھنگ کی، آگے ہوگا اپنی قوم کے قیامت کے دن، پھر پہنچا دے گا ان کو آگ پر، برا گھاٹ ہے، جس پر پہنچے، پیچھے سے ملتی رہی اس دنیا میں لعنت اور دن قیامت کے بھی برا انعام ہے جو ملا۔

ممالک اسلامیہ میں دور ''جاہلیت'' کا اعزاز

لیکن بہت سے اسلامی ملکوں اور مسلمان قوموں کا حال اس وقت یہ ہے کہ وہ صرف مغربی فلسفوں اور اہل مغرب کے طرز فکر سے مرعوبیت کے ماتحت اپنے قبل اسلام کے عہد اور اس عہد کی تہذیب و رسوم کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں، ان میں سے اس عہد سے دلی لگاؤ سا پیدا ہوتا جارہا ہے، ان میں خواہش پیدا ہورہی ہے کہ اس عہد کے شعائر کو زندہ کریں، اور اس کے مشاہیر، بادشاہوں اور ناموروں کو تاریخ کی زندۂ جاوید ہستیوں میں جگہ دلا دیں، گویا یہ ان کا کوئی زریں دور تھا، اور کوئی نعمت تھی، جو اسلام نے ان سے چھین لی......... العیاذ باللہ! یہ کیسی کھلی ناشکری اور اسلام اور پیغمبر اسلام کی کیسی ناقدری ہے.......! اسکا مطلب تو یہ ہوا کہ کفر و بت پرستی کی شناعت دلوں سے نکل گئی ہے، اور جاہلی خرافات سے کوئی نفرت باقی

نہیں رہ گئی ہے........اور یہ وہ باتیں ہیں کہ ایک باشعور مسلمان کے متعلق ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، ان پر تو ایمان اگر سلب ہو جائے اسلام کی دولت سے محروم کر دیا جائے، اور اللہ کی رحمت کے بجائے اس کا عتاب سامنے آجائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں......قرآن نے آگاہ کیا ہے:۔

وَلَاتَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَالَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَاتُنْصَرُوْنَ. (هود:١١٣)

اور مت میلان رکھو ان لوگوں کی طرف جنھوں نے ظلم (شرک) کیا، ورنہ کہیں تم کو بھی آگ نہ پکڑ لے اور نہ نکلے اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی مددگار، پھر نہ ہو سکے تمہاری کوئی مدد۔

دینی واخلاقی انتشار

ان قوم پرستانہ رجحانات کے علاوہ ایک اور فتنہ بھی ہے، جس سے آج کا عالم اسلام دوچار ہے، اور وہ ہے اونچے طبقوں میں آنکھیں بند کر کے مادیات کے پیچھے دوڑنے کا رجحان کہ ہر عقیدہ اور ہر قدر اس پر قربان، دوسرے الفاظ میں دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کا رجحان، دنیاوی زندگی پر فریفتگی اور نفس پرستی کا رجحان، اور پھر اس کے نتیجے میں جو کچھ ہوا کرتا ہے، یعنی اخلاقی بے راہ روی، محرمات الٰہیہ کا استخفاف فسق وشراب کا شیوع وعموم، اور اسلامی فرائض وقیود سے اس طرح کلی آزادی، جیسے اس طبقہ کا کوئی تعلق اسلام سے نہیں، یا اسلامی شریعت منسوخ ہو چکی ہے........اور وہ کوئی داستان پارینہ

اور قصہ وافسانہ ہے، دنیائے اسلام کے تمام ملکوں کے اونچے طبقے کے افراد میں بہت بڑی تعداد آپ کو اسی رنگ اور اسی مسلک کی ملے گی........ گویا ایک ہی تصویر ہے، جس کی مختلف کاپیاں کر دی گئی ہیں۔

عالم اسلام کے لئے سب سے بڑا خطرہ

یہ ہے اجمال کے پیرائے میں آج کے عالم اسلام کی دینی اور اعتقادی تصویر! اس تصویر میں جو کچھ نظر آتا ہے، میرے نزدیک یہ جاہلیت کی ایک موج ہے جو اسلام کا سارا سرمایہ بہائے لئے جارہی ہے، دنیائے اسلام کو اپنی پوری تاریخ میں اس سے زیادہ سرکش موج سے سابقہ نہیں پڑا ہے، نہ اس جیسی طاقت ور مخالف موج کا سامنا عالم اسلامی کو کبھی ہوا ہے، اور نہ اس جیسی ہمہ گیر موج کا، اور پھر اس کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس کی ہلاکت خیزیوں پر چونکنے والے کم، اور وہ تو کم سے بھی کمتر ہیں جو سب کچھ چھوڑ چھاڑ اور اپنی ساری قوتوں کا سرمایہ لے کر اس کے مقابلے پر ڈٹ گئے ہوں، ہم دیکھتے ہیں کہ ماضی میں یونانی فلسفے کے اثر سے جونہی الحاد و زندقہ پھیلنا شروع ہوا فوراً ایسی ہستیاں سامنے آ کھڑی ہوئیں، جنھوں نے اپنے علمی تبحر، عظیم عقلیت نادرۂ روزگار ذکاوت اور قوی شخصیت کے سارے ہتھیاروں سے اس کے خلاف جنگ کی، ایسے ہی باطنیت اور ملاحدہ کی جماعت کا ظہور ہوا تو اس کے مقابلے میں بھی علم وحکمت اور دلیل

وبرہان کی تلواریں لے کر اسلام کے سرفروش میدان میں آکودے، چنانچہ اسلام ان بروقت نصرتوں کی بناء پر علمی وعقلی اعتبار سے ایسی مضبوط پوزیشن میں رہا کہ مخالفت کی موجیں اٹھتیں اور سر ٹکرا کر واپس چلی جاتیں، سیلاب کے ریلے آتے اور بے اثر ہوکر گزر جاتے۔

اولین مسئلہ

عالم اسلام کا وہ مسئلہ جو طوفان بن کر کھڑا ہوا ہے، اور جس کا رخ براہ راست دین کی طرف ہے، کفر وایمان کا یہی مسئلہ ہے، سوال یہ ہے کہ اسلامی دنیا اسلام پر قائم رہے گی یا اس کا قلادہ اپنی گردن سے اتار دے گی؟........اسلامی دنیا میں آج ایک معرکہ برپا ہے، جس میں ایک طرف مغرب کا فلسفۂ لادینیت ہے، دوسری طرف اسلام......خدا کا آخری پیغام! ....ایک طرف مادیت ہے، اور دوسری طرف آسمانی شریعت! میں سمجھتا ہوں کہ یہ دین اور لادینیت کا آخری معرکہ ہے، اور اس کے بعد دنیا دونوں میں سے کسی ایک رخ کو اختیار کر لے گی۔

مقدس ترین جہاد

آج کا جہاد، وقت کا فریضہ اور عصر حاضر کی سب سے بڑی دینی ضرورت یہ ہے کہ لادینیت کی اس طوفانی موج کا مقابلہ کیا جائے، جو عالم اسلام کے سر سے گزر رہی ہے، نہیں! بلکہ آگے بڑھ کر اس کے قلب ومرکز پر

حملہ کیا جائے، وقت کا تجدیدی کام یہ ہے کہ امت کے نوجوان اور تعلیم یافتہ طبقے میں اسلام کے اساسات وعقائد، اس کے نظام وحقائق اور رسالت محمدی پر وہ اعتماد واپس لایا جائے، جس کا رشتہ اس طبقے کے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے، آج کی سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ اس فکری اضطراب اور ان نفسیاتی الجھنوں کا علاج بہم پہونچایا جائے، جن میں آج کا تعلیم یافتہ نوجوان بری طرح گرفتار ہے، اور اس کی عقلیت اور علمی ذہن کو اسلام پر پوری طرح مطمئن کر دیا جائے، آج کا سب سے بڑا اجہاد یہ ہے کہ جاہلیت کے وہ بنیادی افکار جو دل ودماغ میں گھر کر گئے ہیں، ان سے علم اور عقل کے میدانوں میں نبرد آزمائی کی جائے، یہاں تک کہ اسلام کے اصول ومبادی پورے ایمانی جذبات کے ساتھ ان کی جگہ لے لیں!

کامل ایک صدی گزرتی ہے کہ یورپ ہمارے نوجوان اور ذہین طبقے پر چھاپے مار رہا ہے، شک والحاد، نفاق وارتیاب کا ایک طوفان ہے، جو اس نے ہمارے دل ودماغ میں برپا کر رکھا ہے، غیبی اور ایمانی حقائق پر اعتماد متزلزل ہو رہا ہے، اور سیاست اور اقتصاد کے مادہ پرستانہ نظریات اس جگہ پر قابض ہو رہے ہیں...... کامل ایک صدی سے اس شکست وریخت کا سلسلہ جاری ہے........ لیکن ہمیں اس کے مقابلے کی کوئی فکر نہیں ہوئی، ہم نے اس کی کوئی پروا نہیں کی کہ وقت کے تقاضوں کے مطابق قدیم علمی ترکہ پر اضافے کرنا بھی ہمارا فرض ہے.......... ہمیں اس سے کوئی

دلچسپی نہیں ہوئی کہ یورپ کے ان فلسفوں کو سمجھیں اور پھر ان کا علمی محاسبہ بلکہ سرجنوں کی طرح ان کا پوسٹ مارٹم کریں، ہمارا سارا وقت سطحی بحثوں کی نذر ہوتا رہا، یہاں تک کہ اس صدی کے آخر میں ہمارے سامنے، گویا یکا یک یہ منظر آیا کہ ایمان وعقیدہ کی دنیا متزلزل ہے، اور ایک ایسی نسل تیار ہوکر برسر اقتدار آچکی ہے، جو نہ اسلام کے عقائد ومبادی پر ایمان رکھتی ہے، نہ اسلامی جذبات اور اسلامی حمیت سے معمور ہے، اور نہ اس کا کوئی علاقہ اپنی مومن ومسلم قوم سے اس کے سوا ہے کہ قومیت کے خانے میں اس کا شمار بھی مسلمانوں میں ہوتا ہے، یا اگر کچھ تعلق ہے، تو وہ محض سیاسی مصالح کی حد تک! بس اس کے سوا کوئی تعلق نہیں!! اور اب اس سے بھی آگے بڑھ کر صورت حال یہ ہے کہ یہ لادینی مزاج اور لادینی انداز فکر، ادب وثقافت اور صحافت وسیاست کے راستے سے جمہور تک پہونچ چکا ہے، اور مسلمان قوموں کے سر پر عمومی پیمانے کی لادینیت کا خطرہ منڈلا رہا ہے..... خاکم بدہن! وقت کی رفتار وہ وقت قریب لا رہی ہے کہ اسلام کو زندگی کے میدان سے کہیں بے دخل کر کے نہ رکھ دیا جائے۔

دعوت ایمان

یہ وقت عالم اسلامی میں ایک نئی اسلامی دعوت کا متقاضی ہے، اس دعوت وجد وجہد کا نعرہ اور نشانہ ہو "آؤ پھر سے اسلام پر ایمان پیدا کریں!"

.......لیکن تنہا نعرہ کافی نہیں ہے، اس سے پہلے وہ نفسیاتی راستہ سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے، جس سے عالم اسلام کے موجودہ برسر اقتدار طبقہ کے دل ودماغ تک پہنچا جا سکے اور اسے اسلام کی طرف لوٹایا جا سکے۔

بے غرض داعیوں کی ضرورت

آج عالم اسلام کو ایسے مردان کار کی ضرورت ہے، جو صرف اسی دعوت کے پیچھے ہو رہیں، اپنا علم، اپنی صلاحیتیں اور اپنا مال ومتاع اس کے لئے وقف کر دیں، کسی جاہ ومنصب یا عہدہ وحکومت کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھیں، کسی کے لئے ان کے دل میں کینہ وعداوت نہ ہو، فائدہ پہنچائیں، مگر خود فائدہ نہ اٹھائیں، دینے والے ہوں، لینے والے نہ ہوں، ان کا طرز عمل سیاسی رہنماؤں کے طرز عمل سے ممتاز اوران کی دعوت وجدوجہد سیاسی تحریکات (جس کا مطمح نظر محض حصول اقتدار رہوتا ہے) مختلف اور جداگانہ ہو، اخلاص ان کا شعار ہو اور نفس پرستی، خود پسندی، اور ہر قسم کی عصبیت سے بالاتری ان کا امتیاز۔!

دعوت کے لئے نئے علمی اداروں کی ضرورت

اس پر اضافہ یہ کہ آج ایسے علمی ادارے ACADEMIES عالم اسلامی کی بڑی اہم ضرورت ہیں، جو ایسا طاقتور اسلامی ادب پیدا کریں جو ہمارے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو دوبارہ کھینچ کر اسلام........وسیع معنیٰ میں

اسلام.......کی طرف لا سکے جو انھیں مغرب کے ان فلسفوں کی ذہنی غلامی سے نجات دلا سکے، جنھیں ان میں سے کچھ نے سوچ سمجھ کر اور زیادہ تر محض وقت کی ہوا سے متاثر ہو کر حرز جان بنالیا ہے.........وہ ادب.......جوان کے دماغوں میں از سر نو اسلام کی بنیادیں اٹھائے اور قلب و روح کی غذا بنے ....اس کام کے لئے عالم اسلام کے ہر گوشے میں آج ایسے ارباب عزیمت درکار ہیں، جو معرکے کے اختتام تک اس علمی محاذ پر جمے رہیں۔

میں اپنے بارے میں صراحت کے ساتھ بتا دینا چاہتا ہوں کہ زندگی کے کسی لمحے اور کسی وقفے میں بھی ان لوگوں میں نہیں رہا ہوں، جو دین و سیاست کی تفریق کے قائل ہیں، نہ میں ان لوگوں میں ہوں جو دین کی ایسی تعبیر کرتے ہیں، جس سے وہ زندگی کے ہر نظام اور حالات کے ہر سانچے میں (خواہ وہ اسلام سے کتنا ہی ہٹا ہوا ہو) فٹ ہو جائے، اور ہر رنگ کی سوسائٹی میں جڑ جائے اور نہ میرا تعلق کبھی اس گروہ سے رہا ہے، جو سیاست کو قرآن کے شجرۂ ملعونہ.........."الشجرة الملعونة فی القران" ....کا مصداق سمجھتا ہے، میں ان لوگوں کی اگلی صف میں ہوں جو مسلمان قوموں میں صحیح سیاسی شعور کے داعی ہیں، اور ہر اسلامی ملک میں صالح قیادت کو بروئے کار دیکھنا چاہتے ہیں، میں ان لوگوں میں ہوں، جن کا اعتقاد ہے کہ دینی معاشرہ اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا، جب تک دین کو اقتدار حاصل نہ ہو، اور حکومت کا نظام اسلامی بنیادوں پر استوار نہ ہو، میں

اس کا داعی ہوں اور زندگی کی آخری سانس تک رہوں گا۔

ماضی کے تجربے

لیکن بات ترتیب اور تقدیم اور تاخیر کی ہے، دینی حکمت اور دینی تفقہ کی ہے، اور سوال حالات کے تقاضے کا ہے، اب تک ہماری کوششیں اور ہماری صلاحیتیں، ہمارے وسائل اور ہمارے اوقات سیاسی اور تنظیمی تحریکات کی نذر ہوتے رہے ہیں، اور یہ ساری جہد وحرکت اس مفروضے پر رہی کہ قوم میں پورا پورا ایمان ہے، اور قوم کی قیادت.........جو لامحالہ تعلیم یافتہ طبقے ہی سے ہوتی ہے..........وہ بھی پوری طرح مسلمان ہے اسلام کے عقائد ومبادی پر اس کا ایمان ہے، اسلام کی سربلندی کے لئے اس کے دل میں جوش وجذبہ ہے، اور حدود واحکام کے نفاذ کے لئے بھی وہ تیار ہے، حالانکہ بات برعکس ہے، قوم کا حال یہ ہے کہ ایمان میں ضعف اور اخلاق میں انحطاط آچکا ہے، لیکن اس کا نہ ہمیں پتہ چلا نہ خود قوم کو شعور ہوا، تعلیم یافتہ اور اونچے طبقے کا حال یہ ہے کہ مغربی فلسفوں اور سیاست واقتدار کے اثر سے بیشتر افراد میں عقیدہ گویا پگھل چکا ہے، بلکہ بہت سوں کا حال تو یہ ہو چکا ہے کہ اسلامی عقیدے سے کھلے باغی اور مغربی فلسفوں اور ان فلسفوں کے لائے ہوئے افکار وعقائد پر دل کی گہرائیوں سے ایمان ان کے لئے دنیا سے لڑ جانے کا جوش وولولہ اور ان کی نشر واشاعت کا جنون یہ فکر کہ زندگی کا نظام ان فلسفوں

کی روشنی اوران کی دی ہوئی بنیادوں پر استوار کیا جائے اور یہ کوشش کہ پوری قوم کو اس لادینیت سے مانوس کیا جائے، یہ ہے اس طبقے کے بہت سے افراد کا ذہنی حال، پھر عمل کے میدان میں بعض جلد باز ہیں، بعض تدریج کے قائل....... بعض اس لادینی رجحان کو طاقت کے زور سے قوم پر ٹھونس دینا چاہتے ہیں، اور بعض قوم کو اس شیشے میں خوبصورتی کے ساتھ اتارنے کی راہ پر گامزن ہیں، مگر منزل سب کی ایک اور مقصد وہدف سب کا واحد!

دینی طبقے کے دو متضاد گروہ

اس طبقے کے بارے میں ہمارا دینی طبقہ....... بہ شرطیکہ یہ تعبیر درست بھی ہو، کیونکہ اسلام میں کوئی مخصوص دینی طبقہ اور پاپائیت جیسی کوئی چیز نہیں ہے، اپنے رویہ کے اعتبار سے دو گروہوں میں تقسیم ہے، ایک گروہ ہے جو اس سے برسر جنگ ہے، اس کی تکفیر کرتا ہے، اور اس کے سائے سے بھی دور رہنا پسند کرتا ہے، لیکن ان اسباب وعلل کی جستجو سے بالکل مستغنی ہے، جنھوں نے اس طبقے میں لادینیت کا رجحان پیدا کیا، یہ گروہ اس کا قائل نہیں ہے کہ اس طبقے سے اختلاط پیدا کیا جائے، دین سے اس کی وحشت دور کی جائے، اگر کوئی ایمان وخیر کا ذرہ اس میں موجود ہے، تو اسے بڑھاوا دیا جائے، مؤثر اسلامی لٹریچر کے ذریعہ اس کے اندر دینی افکار اتارے جائیں، اس کے جاہ ومال اور قوت واقتدار سے استغنا دکھا کر

اسلامی کردار کی عظمت کا نقش قائم کیا جائے، مخلصانہ اور حکیمانہ نصیحت کی جائے، اور اس طرح اس کے احوال اور دل و دماغ کو بدلا جائے۔

دوسرا گروہ اس کی بالکل ضد ہے، وہ اس طبقے سے تعاون کرتا ہے، مال وجاہ میں اس کا شریک بنتا ہے، اس کے ذریعہ اپنی دنیا بناتا ہے، اس کا دین سنوارنے کی فکر نہیں کرتا، پس اس گروہ میں نہ کوئی دعوتی روح ہے، نہ دینی غیرت کا مظاہرہ، نہ یہاں اس بگڑے ہوئے طبقے کی اصلاح کی کوئی حرص وفکر پائی جاتی ہے، اور نہ اسے اس قرب وتعاون میں کوئی پیغام ملتا ہے۔

اصلاح اور دینی انقلاب کے لئے جس گروہ کی ضرورت ہے

ایسا کوئی گروہ نہیں جو اس صورت حال پر دردمند ہو، جو یہ سمجھے کہ یہ اونچا تعلیم یافتہ طبقہ مریض ہے، مگر علاج کے لائق اور شفایابی کے قابل، اور پھر اس کے علاج کی فکر کرے، حکمت ونرمی کے ساتھ دین کی دعوت لے کر اس میں گھسے اور بے لوث نصیحت کا حق ادا کرے، ایسا کوئی تیسرا گروہ نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے اس مغرب زدہ عنصر کو دین اور دینی ماحول سے قریب ہونے کا کوئی موقع نہیں ملتا، اس کی ساری زندگی اس ماحول سے وحشت اور دوری میں کٹتی ہے، اور پھر اس بعد ووحشت کو اہل دین کا گروہ اور بڑھا دیتا ہے، ایسے ہی وہ ایک گروہ بھی اس بعد ووحشت میں اضافے کا سبب بنتا ہے، جو دین کے نام پر اس طبقے سے جاہ ومنصب

اور حکومت و سلطنت کے لئے جنگ کرتا ہے، یہ دونوں گروہ سوائے اس کے کچھ نہیں کرتے کہ اس طبقے کو دین سے خائف کریں، اور ایک بغض و عناد کی کیفیت پیدا کریں، انسان کی فطرت ہے کہ اگر وہ دنیا کا حریص ہے تو اس معاملہ میں اپنے کسی رقیب کو برداشت نہیں کرسکتا، اگر حکومت و سلطنت ہی اس کا مقصد زندگی ہے تو اس میدان کے حریف کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتا، اور اگر بندۂ نفس اور خوگر عیش و عشرت ہے تو یہ ناممکن ہے کہ وہ اس دنیا میں کسی کو سہیم و شریک بننے کی اجازت دے دے۔

عالم اسلامی کے درد کی دوا آج وہ گروہ ہے، جو خواہشات سے بلند اور داعیانہ بے غرضی کا پیکر ہو، ہر اس بات سے دامن بچائے جس سے وہم بھی ہوسکتا ہو کہ اس دنیا کی طلب ہے، یا اس کا مطمح نظر اپنے لئے، اپنی پارٹی کے لئے یا اپنے خاندان کے لئے حکومت و اقتدار کا حصول ہے، وہ گروہ جو اس طبقے سے میل ملاقات کے ذریعہ، مراسلات اور گفتگو کے ذریعہ دعوتی اسفار کے ذریعہ، پراثر اسلامی ادب کے ذریعہ، شخصی روابط کے ذریعہ، پاکیزگی کردار اور علو اخلاق کے ذریعہ، زہد و استغنا اور پیغمبرانہ اخلاق کی پراثر نمائندگی کے ذریعہ ان نفسیاتی اور عقلی گرہوں کو کھول دے جو مغربی علوم نے پیدا کی ہوں یا دینی طبقے کی بے تدبیری سے پڑی ہوں، یا کم فہمی، کم نظری اور اسلام اور اس کے صحیح ماحول سے بُعد ان کا سبب ہوا ہو۔

اس طرز پر کام کرنے والوں کی کامیابی

یہی وہ گروہ ہے، جس سے ہر دور میں اسلام کی خدمت بن آئی ہے، اموی سلطنت کا رخ پھیر دینے اور تختِ خلافت پر عمر بن عبدالعزیز کو لابٹھانے کا سہرا اسی گروہ کے سر ہے، جس کی نمائندگی رجاء بن حیوہ نے کی، اور پھر ہندوستان میں مغل سلطنت میں اسی نوعیت کا انقلاب بھی اسی گروہ کا رہین منت ہے، اکبر جیسے طاقتور بادشاہ نے اسلام سے انحراف کر کے اور کھلی اسلام دشمنی پر کمر باندھ کے گویا یہ تہیہ کرلیا تھا کہ اس اسلامی براعظم کو جو چار صدیاں اسلامی حکومت کے سائے میں گزار چکا تھا، پھر پرانی جاہلیت کے سانچے میں ڈھال دے، لیکن اس حکیمانہ دعوت اور ایک ایسے حکیم اور داعیِ اسلام کے ظہور میں آنے کے طفیل، جس نے اسلام کے لئے خلوص اور اس کے تفقہ کا حق کا ادا کیا، اور اس کے جانشینوں کی کوششوں کے طفیل یہ ملک اک بار اسلام سے نکل کر پھر اس کے ہاتھ میں آیا.........اور پہلے سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ آیا..........اکبر کے تخت پر پے در پے ایسے بادشاہ آئے جن میں سے ہر ایک اپنے پیش رَو سے بہتر تھا، حتیٰ کہ نوبت اورنگ زیب عالمگیر تک پہنچی، وہ اورنگ زیب جس کا ذکر تاریخ اسلام اور تاریخ اصلاح کا ایک زریں باب ہے.........اور معلوم ہے کہ تاریخ ہمیشہ دہرائے جانے اور بار بار دہرائے جانے کے لئے

تیار ہے، اسے کبھی اس عمل سے انکار نہیں ہوا بس بات صرف اس وقت کی رہی ہے، جو اس کا رخ پھیر سکے، اور اسلام کے تابندہ ادوار کو دہرا کر لانے والی قوت صرف یہی دعوت اور یہی حکمت واخلاص ہے!

سنگین صورت حال

اس صورحال کا ہمیں ہمت واستقلال اور حکمت ودانائی کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے، دنیائے اسلام پر آج ایک دینی فکری اور تہذیبی ارتداد کی سخت مصیبت آئی ہوئی ہے، یہ مصیبت ان تمام لوگوں کے غور وفکر کا موضوع بن جانی چاہئے جو اسلام کا درد رکھتے ہیں، آج ہر اسلامی ملک کے جدید تعلیم یافتہ طبقے کے بہت سے افراد کا حال یہ ہے کہ اعتقاد وایمان کا سررشتہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے، اخلاقی بندشیں وہ توڑ کر پھینک چکے ہیں انداز فکر ان کا سرتاسر مادی ہو چکا ہے، اور سیاست میں انھوں نے لادینیت کا نظریہ اپنالیا ہے، اگر ''اکثر'' کا لفظ بولتے ہوئے مجھے خوف بھی ہو تو میں یہ ضرور کہوں گا کہ ان میں بہت سے ایسے ہیں، جو اسلام پر ایک عقیدے اور ایک نظام کی طرح ایمان نہیں رکھتے، اور مسلمان عوام......... باوجودیکہ ان میں خیر وصلاح کے تمام جوہر موجود ہیں، اور وہ اپنی طبیعت سے انسانیت کا صالح ترین گروہ ہیں........اس طبقے کی علمی بالاتری ذہنی تفوق اور اثر ونفوذ کی بناء پر اس کے ماتحت اور مطیع ہیں۔

اگر یہ صورت حال یونہی چلتی رہی تو یہ الحاد وفساد ان عوام میں بھی گھس کر رہے گا دیہاتوں کے سادہ دل مسلمان بھی اس کی لہروں سے نہ بچ سکیں گے اور کھیت اور کارخانوں کے مزدوروں کا بھی دین وایمان یہ پلٹ کر کے چھوڑے گا، یہ سب کچھ اسی رفتار اور انداز سے یورپ میں ہو چکا ہے، اور اگر حالات کا رخ اور رفتار یہی رہی، اور اللہ کا ارادۂ قاہرہ بیچ میں حائل نہ ہو گیا تو مشرق میں بھی یہی سب کچھ ہونے جا رہا ہے۔

کام کی فوری ضرورت

اس فریضے کی ادائیگی میں ایک دن کی بھی تاخیر کا موقع نہیں ہے، دنیائے اسلام کو ارتداد کی بڑی زبردست لہر کا سامنا ہے ایسی لہر جو اس کے عزیز ترین طبقوں اور بہترین حصوں میں پھیل چکی ہے، یہ اس عقیدے، اس نظام اخلاق اور ان اقدار کے خلاف بغاوت ہے، جو دنیائے اسلام کی سب سے برتر متاع ہے، اگر یہ دولت ضائع ہو گئی، جو رسول کا ترکہ ہے، جسے نسلوں پر نسلیں منتقل کرتی ہوئی لائی ہیں، اور جس کی راہ میں اسلام کے جانبازوں نے مصائب کے کتنے ہی پہاڑ اٹھائے ہیں، تو سمجھ لیجئے کہ عالم اسلام بھی گیا۔

کیا ہم اس حقیقت اور وقت کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے؟

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

وقت کا ایک اہم تقاضا

ایک عرصہ سے عالم اسلام میں ایسے اسلامی لٹریچر کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے، جو اسلام کی مؤثر وطاقتور نمائندگی وترجمانی کرے، ایمان ویقین کی بنیادیں ذہن ودماغ میں از سر نو استوار کرے، اس ذہنی بے چینی وانتشار کو رفع کرے جو مغرب کی مادہ پرست اور شک آفریں تہذیب وادب نے عالمگیر پیمانے پر پیدا کردیا ہے، اور اس نئے ارتداد کا مقابلہ کرے جو ایک طوفان وسیلاب کی طرح تمام عالم میں پھیل گیا ہے، اور اسلام پر ایک معین وزندہ مذہب ہونے کی وجہ سے اس چیلنج کو قبول کرنے کی ذمہ داری ہے(۱)۔

نیز دنیا کے دوسرے تعلیم یافتہ اور ذہین طبقوں میں اسلام کے صحیح اور وقیع تعارف کا ذریعہ بنے اور ان میں حقیقت کی جستجو، خداطلبی کا ذوق، مادیت سے بیزاری، موجودہ صورت حال سے بے اطمینانی پیدا کردے، اور ان کو اس ''اسلام'' سے مانوس وقریب کرے جس سے اس کے پیروؤں کی غلط وکمزور نمائندگی یا سیاسی کشمکش نے دور کردیا ہے۔

---

(۱) اس کتابچہ (''نیا طوفان اور اس کا مقابلہ'') میں اس صورت حال کی مکمل تصویر پیش کی گئی ہے۔

ایسے مؤثر وصالح اسلامی لٹریچر (جس میں نسل جدید کے دماغوں کی تسکین، یا عصر حاضر کے تقاضوں کی تکمیل کی صلاحیت ہو) کے فقدان یا کمی یا عدم تنظیم کی وجہ سے ایک طرف مسلمانوں کا تعلیم یافتہ وذہین طبقہ (جو ہر ملک میں قدرتی طور پر زندگی پر حاوی اور رہنمائی اور قیادت کے منصب پر فائز ہے) ذہنی اور اندرونی طور پر اسلام کی طرف سے غیر مطمئن، متشکک اور مذبذب ہے، اور کہیں کہیں کھلے طور پر اس سے باغی ہے، اگرچہ اس کی سیاسی مصلحتیں اور ملکی حالات اس بغاوت وانحراف کے اعلان کی اجازت نہیں دیتے، سیاست وقانون سازی، تعلیم، ادب وصحافت سب اسی طبقے کے ہاتھ میں ہے، اور وہی زندگی ومعاشرت میں قوم کے لئے نمونہ ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ یہی بے اطمینانی شک ونفاق اور تذبذب واضطراب سوسائٹی کے ہر طبقے میں پھیلتا جارہا ہے، اور اندیشہ ہے کہ پورے ملک کا رخ الحاد وارتداد کی طرف نہ ہوجائے (۱)۔

اس تعلیم یافتہ مسلمان طبقے میں بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی بھی ہے، جو اسلام کے صحیح مطالعہ کا ذوق رکھتے ہیں، لیکن ان کو اپنی ذہنی پیاس بجھانے اور قلب ودماغ کو مطمئن کرنے کے لئے ایسا دل آویز ودلنشیں لٹریچر نہیں ملتا جو اپنے محکم استدلال، جدید اسلوب تحریر، بے لوث ومخلصانہ تبلیغ اور مطالعہ ومعلومات کی وسعت، نیز حسن طباعت کے لحاظ سے "جدید مطبوعات" کا مقابلہ

---

(۱) مسلم ممالک کے تازہ حالات اس اندیشے کو حق بہ جانب ثابت کرتے ہیں۔

کر سکے، اس کا نتیجہ ہے کہ وہ اسلام کی طرف سے جو ان کو عزیز بھی ہے، مایوسی واحساس کہتری کا شکار ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ اسلام اپنا دور ختم کر چکا ہے، اور وہ عصر جدید کے لئے کوئی پیغام اور رہنمائی نہیں رکھتا۔

دوسری طرف غیر مسلم تعلیم یافتہ طبقہ اسلام کی طرف سے بالکل اندھیرے میں ہے، وہ ایک ملک میں ساتھ اور دوش بدوش رہنے کے باوجود اسلام سے اتنا ناواقف اور نا آشنا ہے، جتنا کہ کسی ایسے ملک کے باشندے ہو سکتے ہیں، جہاں اسلام کے قدم آج تک نہیں پہنچے، ان میں سے بہت سے طالب حق اور سلیم الطبع افراد ہیں، جن کو اسلام سے ناواقفیت ہے، عناد نہیں، اس طبقے کو دینے کے لئے ہمارے پاس انگریزی کی مشکل سے دو چار کتابیں ہیں (جو بدقسمتی سے سہل الحصول نہیں) اور ہندی کی شاید اتنی بھی نہیں، اردو کی بھی وہ کتابیں بہت کم ہیں، جو اطمینان واعتماد کے ساتھ ان کے ہاتھوں میں دی جا سکے، اور ان کی ضروریات کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہوں۔

ان حقائق کے احساس اور ان خطرات کے اندازے نے جو اس خلا کی وجہ سے عالم اسلام کو بالعموم اور ہمارے برعظیم کو بالخصوص درپیش ہے، بعض سوچنے والوں کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ ایک ایسی تصنیفی واشاعتی مجلس (اکاڈمی) کی تشکیل کریں، جو ہر قسم کی جماعتی وسیاسی اغراض سے بالاتر ہو کر اسلام وانسانیت کی یہ خدمت انجام دے، اور اپنے وسائل ومواقع کے بقدر اس خلا کو پر کرنے کی کوشش کرے جو جدید انقلاب کے بعد

بڑی شدت سے محسوس ہونے لگا ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی زیر صدارت مئی ۱۹۵۹ء میں ''مجلس تحقیقات ونشریات اسلام'' کا قیام عمل میں آیا تھا، خدا کا شکر ہے کہ مجلس نے حضرت مولانا ندوی کی زیر سرپرستی اپنے قائم ہونے کے بعد سے اس وقت تک کے قلیل عرصہ میں دینی وعلمی حلقوں میں خاصی مقبولیت اور وقعت حاصل کرلی ہے، اس کی شہرت میں برابر اضافہ ہورہا ہے، اس کی مطبوعات کو قدر اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے، اور سرعت کے ساتھ اس کی اشاعت ہورہی ہے۔

مجلس نے اردو، عربی، انگریزی، ہندی چاروں زبانوں میں کتابوں کی تصنیف واشاعت کا آغاز کیا تھا، الحمدللہ مجلس اب تک ۳۲۷ مطبوعات شائع کرچکی ہے، جن میں سے ہر ایک کے متعدد ایڈیشن نکلے ہیں، اور بنگلہ زبان میں بھی کام کا آغاز ہوگیا ہے۔

مجلس کا قیام کسی تجارتی ادارہ کی حیثیت سے عمل میں نہیں آیا تھا، اور نہ اس نقطۂ نظر سے اس کے کام کو انجام دیا گیا، بلکہ اس کے پیش نظر انسانیت کی بھلائی اور دین اسلام کی علمی واصلاحی اور دعوتی کام تھا، اسی وجہ سے اس نے دنیا کے اکثر گوشوں میں اپنی کتابیں ہدیۃً روانہ کیں اور اپنے مادی نقصان کی پرواہ کئے بغیر اس نے اسلام کی خدمت انجام دینے کی حسب استطاعت کوشش کی، مسلم ممالک کے علاوہ غیر مسلم ممالک میں مقیم مسلمانوں اور ان کی

انجمنوں، خاص طور پر براعظم یورپ وامریکہ اور افریقہ کے ملکوں میں مقیم مسلم طلبہ کی ذہنی وفکری اور دینی رہنمائی کے لئے اس نے اپنی انگریزی مطبوعات تقسیم کیں، اوران کے دلوں میں ایمان واسلام کی شمع کو برابر روشن رکھنے میں مدد کی، اوران سے کتابوں کے علاوہ خط وکتابت کے ذریعہ بھی رابطہ پیدا کرکے ان کی رہنمائی اور ہمت افزائی کی۔

مجلس کے پیش نظر دعوت وتبلیغ اسلام کا جو قابل قدر مقصد ہے، اس کی حمایت اور اعانت ہر دردمند مسلمان کا ملی فریضہ ہے، مجلس کی سب سے بڑی رفاقت اس کے لٹریچر کو صحیح جگہوں تک پہونچانا اوران کی اشاعت وتعارف ہے۔

☆☆☆